Fikr-o-Nasar (Islamabad) 32:3 (1995)

نام کتاب : آزادی کی تلاش (دوسرا ایڈیشن)

مصنف : محمد فاروق رحمانی

صفحات : ۳۲۰

قیمت : ۱۵۰ روپے

ناشر : افلاک پبلی کیشنز، سری نگر، مظفر آباد۔ راولپنڈی

ملنے کا پتہ : پوسٹ بکس نمبر ۳۹، جی پی او مظفر آباد ۔ آزاد جموں کشمیر

: پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱ ۔ شائیگان ۔ اسلام آباد ۔ پاکستان

"آزادی کی تلاش" کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے ۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں مقبوضہ کشمیر میں شائع ہوا ۔ فاضل مصنف نے کتاب جن حالات میں تحریر کی تھی، وہ بڑے ہی دگرگوں تھے۔ ۱۹۷۱ء کے سقوط مشرقی پاکستان اور ۱۹۷۵ء کے اندرا عبداللہ معاہدے کے بعد مقبوضہ کشمیر میں اس کتاب کا لکھا جانا حیرت و استعجاب کا باعث بنا تھا۔ فرزا نے اقتدار یا مصلحت کوشی کے مزے لے رہے تھے، ایسے میں کچھ دیوانے ایسے تھے، جو بے خطر آتش نمرود میں کود جانے کی سنت دہرا رہے تھے۔ محمد فاروق رحمانی کا شمار بھی انہی عظیم لوگوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے وقت کے دھارے کے متوازی راہ عمل اختیار کی ۔ محمد فاروق رحمانی بانڈی پورہ مقبوضہ کشمیر کے ایک دینی گھرانے میں اکتوبر ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی دینی تعلیم کے بعد آپ نے ریاست جموں و کشمیر کے معروف تعلیمی ادارے ایس پی کالج سری نگر سے گریجویشن کی ۔ آپ نے عملی زندگی کا آغاز ایک مدرس کی حیثیت سے کیا ۔ ملازمت کے باوجود آپ نے لوگوں میں آزادی کا جذبہ بیدار کرنے کی مہم جاری رکھی۔ ۶ سال کے بعد آپ نے ملازمت ترک کر دی اور ہفت روزہ "اذان" کے ایڈیٹر بن گئے ۔ جو جلد ہی روزنامہ بن گیا ۔ بعد میں آپ ماہنامہ نصرت اسلام اور "البلاغ المبین" کے بھی ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۸۲ء میں آپ نے ہفت روزہ "افلاک" جاری کیا ۔ آپ نے پیپلز لیگ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی، پھر آپ مقبوضہ کشمیر کی گیارہ سیاسی و عسکری

جماعتوں کے اتحاد برائے آزاد کشمیر و پاکستان کے کنوینر مقرر ہوئے ۔ محمد فاروق رحمانی ۱۹۶۸ء سے لیکر ۱۹۸۹ء تک متعدد بار پابند سلاسل رہے۔ اور مختلف قید خانوں اور تعذیب خانوں میں آپ کو شدید تشدد کا سامنا کرنا پڑا ۔ آپ نے مختلف اہم موضوعات پر متعدد مقالات قلمبند کئے۔ تالیفات کے ضمن میں آپ کی تین کتابیں : "آزادی کی تلاش"، "شیخ عبداللہ کے نقوش" اور "کشمیر میں زلزے" قبول عام حاصل کر چکی ہیں ۔ یہ تینوں کتابیں مقبوضہ کشمیر میں شائع ہوئیں۔

"آزادی کی تلاش" کا آغاز آپ نے ۱۸۴۶ء کے بیعنامہ امرتسر سے کیا ہے ۔ تاریخی حقائق بیان کرنے کے بعد انہوں نے جرم ضعیفی کو اس رسوائے زمانہ معاہدے کا سبب قرار دیا ہے (صفحہ ۵۶) ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کے سانحے کے ذکر کے بعد شہیدان آزادی کی جانب سے مستقبل کی نسل کیلئے پیغام کا ذکر یوں کیا ہے۔

اب تمہارے ہاتھ اس آغاز کا انجام ہے ہم یہاں کام آ گئے، آگے تمہارا کام ہے

اس کے بعد انہوں نے مختلف ادوار میں کی جانے والی سازشوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ (صفحہ ۵۷) مصنف کی رائے میں انہی سازشوں میں سے ایک مسلم کانفرنس کا نیشنل کانفرنس میں تبدیل کیا جانا بھی تھا۔ مصنف کی رائے میں یہ ایک المیہ تھا، جس کے کرداروں میں پنڈت پریم ناتھ بزاز، شیخ محمد عبداللہ اور پنڈت نہرو شامل تھے۔ اور اس کے کشمیر کے مستقبل پر نہایت دوررس اثرات مرتب ہوئے (صفحہ ۵۸، ۵۹)۔

۱۹۴۷ء کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے محمد فاروق رحمانی نے شیخ محمد عبداللہ کا وہ رسوائے زمانہ حلف بھی نقل کیا ہے، جو انہوں نے ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اٹھایا تھا۔ حلف کے الفاظ یوں تھے "منکہ شیخ محمد عبداللہ ولد محمد ابراہیم جس کو ایڈمنسٹریٹر بنایا گیا ہے، اس امر کا وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہزہائی نس راجیشور مہاراجہ ادھراج جی، سری مہاراجہ ہری سنگھ جی بہادر اندر مہندر سپر سلطنت انگلیشیہ، جموں و کشمیر کا حکمران اور اس کے وارثوں اور جانشینوں کا وفادار رہوں گا"

(صفحہ نمبر ۶۵)

اور پھر دنیا نے دیکھا کہ شیخ محمد عبداللہ نے پوری قوم کو فروخت کر کے اس "حلف" کی "پاسداری" کی ۔ بھارت نے کشمیریوں کے ساتھ ہی نہیں، بلکہ پوری دنیا کے ساتھ رائے شماری کے نام پر دھوکہ کیا، اس کا طویل ذکر کتاب میں ہے ۔ مصنف نے اقوام متحدہ کی قرار دادوں کو بھی زیر بحث

لایا ہے۔ شیخ محمد عبداللہ نے ۱۹۵۲ء میں بھارت کے ساتھ ایک معاہدہ کیا' جس کی شرائط نہایت ذلت آمیز تھیں لیکن شیخ محمد عبداللہ نے معاہدے کو خوبصورت بنا کر پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ (صفحہ ۷۸ تا ۸۱) بعد میں اسی شیخ محمد عبداللہ کو وزیراعظم کے عہدے سے معزول کر دیا گیا اور جیل میں ڈال دیا گیا۔ اس وقت کشمیریوں نے جو احتجاج کیا' اسے بہت سے لوگ شیخ محمد عبداللہ کے لئے کشمیریوں کی محبت کا نام دیتے ہیں' لیکن فاضل مصنف اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ ان کی رائے میں کشمیری عوام رائے شماری کی تحریک شروع کرنے کیلئے کسی بہانے کی تلاش میں تھے اور شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری کی صورت میں انہیں ایک وزن دار جواز مل گیا اور وہ شہر و دیہات میں سڑکوں پر نکل آئے (صفحہ نمبر ۸۸)۔

موئے مبارک کی چوری کے خلاف پورے کشمیر میں ایک شدید تحریک چلی جو ۱۹۶۳ء کے اواخر میں شروع ہوئی اور ۱۹۶۴ء کے ابتدائی دو ماہ تک جاری رہی۔ اس تحریک کے نتیجے میں موئے مبارک بازیاب ہو گیا۔ ساتھ ہی ایک اور عظیم مقصد بھی حاصل ہوا اور فاروق رحمانی کے الفاظ میں مسلمانوں کے دونوں بڑے مکتب خیال۔ سنی اور شیعہ ہم آواز و ہم رکاب ہو گئے اور دونوں نے ایک ہی صف میں شامل ہو کر سری نگر میں اجتماعی نمازیں ادا کیں (صفحہ ۱۰۸)۔ موئے مبارک کی تحریک کے نتیجے میں "مجلس عمل برائے حصول موئے مقدس" نے رائے شماری کا مطالبہ بھی زندہ کر دیا۔ یہ تحریک کا ایک مثبت نتیجہ تھا۔

فاروق رحمانی کشمیر میں بھارت کے خلاف چلنے والی مختلف تحریکوں کو زیر بحث لائے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کشمیری مختلف وقتوں میں کسی نہ کسی طرح بھارت کے خلاف نبرد آزما رہے۔ کبھی وہ توہین قرآن کے باعث سڑکوں پر آئے۔ کبھی سانحہ مسجد اقصیٰ نے انہیں مرمٹنے کی راہ دکھائی۔ کبھی انہوں نے بھارت سے اپنی نفرت کا اظہار سوپور میں دفتروں پر پاکستان کے سبز ہلالی پرچم لہرا کر کیا۔ فاضل مصنف نے محمد مقبول بٹ شہید کی فکر' "الفتح" تحریک' جماعت اسلامی' اسلامی جمعیت طلبہ' پیپلز لیگ اور دیگر کئی آزادی پسند تنظیموں کی مختلف مواقع پر قربانیوں' اثرات' خوبیوں اور خامیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

قربانیوں کے ضمن میں ہی ایک نوجوان غلام محمد بلہ کی شہادت اندرا عبداللہ معاہدے کے خلاف کشمیریوں کی جانب سے رد عمل کا اظہار تھا۔ انہیں معاہدے سے قبل ۱۱ فروری ۱۹۷۵ء کو

گرفتار کیا گیا اور شدید تشدد سے شہید کر دیا گیا۔ اندرا عبداللہ معاہدے کے خلاف پاکستان کے مرحوم وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے ۲۸ فروری ۱۹۷۵ء کو جو تاریخی ہڑتال کروائی تھی، فاضل مصنف نے اس پر اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۹۸ پر اظہار خیال کرتے ہوئے اسے تاریخ کا ایک زور دار الارم قرار دیا ہے، جس کی گونج ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو گئی۔

فاروق رحمانی نے "آزادی کا صحیح مفہوم" کے عنوان سے ایک جگہ کشمیریوں کی غلطیوں اور کوتاہیوں کے عمیق مطالعے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ "کسی نظریہ اور نصب العین کا نعرہ ہی رٹنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ جس نظریے اور نصب العین کا نعرہ بلند کیا جائے، اس کا ایک صحیح اور بے لاگ معنی و مفہوم آپ کے ذھن اور شعور میں رچ گیا ہو۔ اگر بدقسمتی سے آپ اپنے کسی نظریے کو ٹھیک ٹھاک سمجھنے اور اس کا اصلی مفہوم شعور میں اتارنے میں ناکام رہے تو آپ جلد ٹھوکریں کھا کھا کر اصل راہ سے بھٹک بھی سکتے ہیں" (صفحہ ۲۹۸)۔

کتاب کے موجودہ ایڈیشن کا اہم ترین حصہ تیس صفحات پر پھیلا ہوا وہ مقدمہ ہے جس میں فاضل مصنف نے پاکستان اور آزاد کشمیر میں اپنی آمد کے بعد کے حالات کا جائزہ لیا ہے انہوں نے ہماری قیادتوں کی غلطیوں کا گہرا تجزیہ کیا ہے۔ یہ مقدمہ خاصا چشم کشا ہے۔ ۱۹۸۲ء میں کتاب کا پہلا ایڈیشن چھپا تو مقبوضہ کشمیر بیدار ہو گیا۔ دوسرے ایڈیشن کا یہ مقدمہ شاید ہمیں اپنی غلطیوں کے ادراک کی توفیق دے۔ اس میں صفحہ نمبر ۳۵ پر ہمارے طرز عمل کے شاکی فاروق رحمانی نے اظہار مدعا کیلئے علامہ اقبالؒ کے ایک شعر کا سہارا لیا ہے۔

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں

نہ وہ غزنوی "میں" تڑپ رہی، نہ وہ خم "ہے زلف" ایاز میں

سید مزمل حسین شاہ